زیادہ سے زیادہ کرتا جاتا ہے۔ وہ ان پر اپنے رحم کی برکھا زور سے برساتا ہے انہیں اپنا قرب عطا کرتا ہے تہجد کے وقت انہیں اپنی خلوتوں میں باریاب کرتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا'' جبکہ دنیا کے متکبر مخلوق پر ظلم کرتے ہیں۔ دنیا کے متکبرین کسی کالے کلوٹے شخص سے ہاتھ نہیں ملاتے ہیں جبکہ وہ غلام بلال حبشی کو مخلوق کی غلامی سے نکال کر اپنی غلامی میں قبول کر لیتا ہے تو انہیں عمر فاروق ؓ جیسا باجبروت خلیفہ بھی ''یا سیدی'' کہہ کر پکارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے سے اس کی بڑائی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا کیونکہ اس کی بڑائی ذاتی ہے۔ مخلوق کی بڑائی نخوت، رعونت، خود پسندی اور ظلم کا باعث ہے جو بندوں کو گمراہی کے اندھے کنویں میں دھکیل دیتی ہے جبکہ ''المتکبر'' کی بڑائی دراصل اس کی مخلوق پر اس کے رحم اور فضل وکرم کا باعث ہے سو اللہ تعالیٰ کو متکبر کے عام مفہوم میں، جو مخلوق میں مروج ہیں، معاذ اللہ رعونت پسند، نخوت پرست اور خودستا سمجھنا پرلے درجے کی جہالت ہے۔ اسی طرح ''ماکر'' کا معنی عوام میں مکار مشہور ہے جو اول تو مکار کا بدل یا مترادف ہی نہیں ہے دوسرے مکر کا لغوی معنی تدبیر ہے کفار مکہ و دیگر مخالفین اسلام نبی ﷺ کو قتل کرنے اور اسلام کو مٹا دینے کی سازشیں کرتے، تدبیریں کرتے، منصوبے بناتے مگر اللہ تعالیٰ ان کے ہر منصوبے کو اپنی احسن تدبیر سے ناکام بناتے رہتے تھے۔ یہ تدابیر قرآن میں مکر بیان ہوتی ہیں اور اسی مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تئیں ''خیر الماکرین'' فرمایا ہے۔ چالبازی اور چالاکی مکر کے اصطلاحی معنی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بری ہے۔

دورِ جدید کے ابوجہل اور ابولہب اپنی اس قسم کی جہالتوں سے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے نور ہدایت کو اپنی پھونکوں سے بجھا نہیں سکتے۔ ﴿واللہ متم نورہ و لو کرہ المشرکون﴾ اہل اسلام مطمئن رہیں۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مولانا محمد اکبر سلیم کا انتقال پُر ملال

مرکز ابن الخطاب الاسلامی الہ آباد تحصیل چونیاں ضلع قصور کے بانی و مہتمم مولانا محمد اکبر سلیم سعودی عرب میں روڈ ایکسیڈنٹ میں جام شہادت نوش کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون. ان کا جسد خاکی عید سے ایک روز قبل 19 اگست بروز اتوار صبح 9 بجے لاہور ایئر پورٹ پہنچا اور ظہر کی نماز کے بعد ان کے قائم کردہ ادارے مرکز ابن الخطاب الاسلامی الہ آباد میں پروفیسر مولانا محمد حمود لکھوی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

سُنّت کا مفہوم اور اہمیت و حجیت

تحریر: جناب مولانا محمد خالد سیف سکالر اسلامی نظریاتی کونسل۔ اسلام آباد

سنت کے لغوی معنی سیرت اور طریقے کے ہیں، خواہ وہ اچھا ہو یا برا...... البتہ اہل علم کے اغراض و مقاصد کے اختلاف کے باعث ان کے ہاں سنت کا مفہوم بھی مختلف ہے، مثلاً علماء اصول شرعی دلائل کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں، جبکہ علماء حدیث کا مطلوب و مقصود ہر اس چیز سے شغف ہے جو امام کائناتؐ سے نسبت رکھتی ہو اور علماء فقہ کا منتہائے مقصود احکام شرعیہ فرض، مستحب، حرام اور مکروہ وغیرہ کے بارے میں گفتگو کرنا ہوتا ہے۔ اہل علم کے انہی مختلف اغراض و مقاصد کے باعث ان کے ہاں سنت کا اصطلاحی مفہوم بھی مختلف ہے، علماء اصول کے ہاں سنت کا اطلاق ہر اس قول، فعل یا تقریر پر کیا جاتا ہے جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہو۔

اکثر علماء شافعیہ اور جمہور علماء اصول فقہی مفہوم کی نسبت سے مندوب، مستحب اور نفل وغیرہ پر سنت کا اطلاق کرتے اور کہتے ہیں کہ سنت سے مراد وہ فعل ہے جس کے کرنے پر انسان کو ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے پر گناہ نہیں ہوتا۔ علماء حدیث کے نزدیک سنت کا اطلاق آنحضرت ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات، خِلقی اور خُلقی صفات، جہاد و غزوات حتیٰ کہ بعثت سے قبل کے تمام حالات و واقعات پر بھی ہوتا ہے اور اس معنی و مفہوم کے اعتبار سے سنت کا لفظ حدیث شریف کے مترادف ہے اور اس وقت ہمارے پیشِ نظر بھی سنت کا یہی معنی و مفہوم ہے۔ اپنے اس مفہوم کے اعتبار سے سنت، کتاب اللہ کے بعد دین کا دوسرا بڑا مصدر و مأخذ ہے، دین میں حجت ہے، اس کی اتباع واجب اور اس کی مخالفت حرام ہے۔

اللہ رب ذوالجلال نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول ﷺ پر جیسے قرآن مجید کو نازل فرمایا، اس کی مثال کو بھی اس کے ساتھ نازل فرمایا، یعنی جس طرح اس نے قرآن مجید کو نازل فرمایا، اس طرح اس نے سنت کو بھی نازل فرمایا ہے۔ لہٰذا سنت بھی دین کے اصولوں میں سے ایک اہم اصول اور دین کے ارکان میں سے ایک عظیم الشان رکن ہے۔ اسی لئے ہم نے یہ کہا ہے کہ اس کی اتباع واجب اور اس کی مخالفت حرام ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی بے شمار آیات کریمہ میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ اس میں شک و شبہ کی کوئی

گنجائش ہی باقی نہیں رہتی جو شخص اس بات کا انکار کرے، وہ گویا قطعی دلائل کا انکار کرتا اور اجماع امت کی مخالفت کرتا ہے۔ ان آیات کریمہ میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''آپ کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' [آل عمران:۳۱]

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ تو کرے لیکن وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر نہ ہو، وہ اپنے اس دعوائے حب الٰہی میں اس وقت تک جھوٹا ہے جب تک وہ اپنے تمام اقوال وافعال اور احوال میں شریعت محمدی اور دین نبوی کی پیروی نہ کرے۔ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ (اے پیغمبر ﷺ! لوگوں سے) کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔ [آل عمران:۳۱]

یعنی تمہیں تمہاری طلب سے بھی بڑھ کر اللہ کی محبت حاصل ہوگی اور وہ یہ کہ بجائے اس کے کہ تم اللہ سے محبت رکھو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت رکھے گا اور یہ مقام پہلے سے بڑھ کر ہے۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی مخالفت کفر ہے اور جو شخص آپ ﷺ کے طریقے کی مخالفت کرتا ہو اللہ تعالیٰ اسے دوست نہیں رکھتا، خواہ بزعم خود وہ حب الٰہی اور تقرب الٰہی کے بلند بانگ دعوے کیوں نہ کرے؟ وہ اپنے اس دعوے میں صرف اور صرف اسی وقت سچا ہوگا جب وہ آپ ﷺ کی اتباع کرے، آپ ﷺ کے زمانے میں اگر سابقہ انبیاء و مرسلین حتیٰ کہ اولوالعزم پیغمبر بھی ہوں تو ان سب کیلئے بس آپ ﷺ کی اتباع کے بغیر چارہ کار نہیں۔'' [تفسیر ابن کثیر، اردو۔ ۱/۶۰۷، ۶۰۸ مطبوعہ دارالسلام]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ۲۔ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ ''(اے نبی ﷺ!) آپ ﷺ کے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر آپ کے کئے ہوئے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی تنگی نہ آنے پائے اور وہ اسے دل وجان سے

مان لیں۔" [النساء:٦٥]

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنی پاک اور مقدس ذات گرامی کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اس وقت تک کوئی شخص مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ تمام امور میں رسول اللہ ﷺ کو منصف تسلیم نہ کرے، پھر آپؐ جو فیصلہ فرمادیں، وہی حق ہے اور باطنی وظاہری طور پر اسے تسلیم کرنا واجب ہے۔

امام بخاریؒ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں سیدنا عروہؒ کی اس روایت کو بیان کیا ہے کہ سیدنا زبیرؓ کا ایک شخص سے حرہ کی ندی کے پانی کے بارے میں جھگڑا ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: زبیر! تم (اپنی کھیتی کو) پانی دے لیا کرو، پھر پانی اپنے پڑوسی کی طرف روانہ کر دیا کرو۔ انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے یہ فیصلہ اس لئے فرمایا ہے کہ زبیرؓ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: زبیر! اپنی کھیتی کو پانی دو، پھر پانی کو روک لو، حتیٰ کہ منڈیروں (پشتوں) تک آجائے، پھر اپنے پڑوسی کیلئے پانی چھوڑ دو، سیدنا زبیرؓ بیان فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ آیت کریمہ اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔"

۳۔ ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾

"جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔" [النساء:۸۰]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس نے آپؐ کی اطاعت کی تو اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے آپؐ کی نافرمانی کی تو اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اس لئے کہ آپ خواہش نفس سے بات نہیں کرتے، بلکہ آپؐ جو کچھ بھی فرماتے ہیں، وہ وحی الٰہی پر مبنی ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ) "جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔" (صحیح بخاری وصحیح مسلم) ایک اور حدیث میں ہے: (مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ، وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ) "جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے تو اس نے اپنی درستی کا

سامان مہیا کر لیا اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔" [صحیح مسلم، سنن ابی داود]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ۴۔ ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ اَمْرِهِ اَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ﴾ "جو لوگ اس (اللہ اور اس کے رسول ﷺ) کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس (بات) سے ڈریں کہ انہیں کوئی آزمائش آپڑے یا انہیں دردناک عذاب آلے۔" [النور: ۶۳]

رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مراد آپؐ کا رستہ، منہج، طریقہ، سنت اور شریعت ہے، اقوال واعمال کے پرکھنے اور جانچنے کیلئے آپؐ کے ارشادات واعمال کسوٹی ہیں، جو اقوال واعمال آپؐ کی سنت کے مطابق ہوں گے، وہ مقبول اور جو خلاف ہوں گے وہ مردود ہیں، خواہ ان کے کہنے والا یا کرنے والا کوئی بھی ہو۔

۵۔ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا﴾ "البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کیلئے جو اللہ (سے ملاقات) اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔" [الاحزاب: ۲۱]

یہ آیت کریمہ بھی اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اپنے اقوال، افعال، احوال اور ہر اعتبار سے اسوۂ حسنہ ہے، آپؐ کے علاوہ اور کسی بھی ہستی یا شخصیت کی زندگی ہر اعتبار سے ہر شخص کیلئے کامل اسوہ اور نمونہ نہیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپؐ کی سنت کی مخالفت کرنے والوں کیلئے آخرت میں دردناک عذاب تو ہے ہی، وہ دنیا میں بھی کسی فتنے میں مبتلا ہو سکتے ہیں، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: (لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ)

"تم اپنی صفوں کو ضرور سیدھا رکھو گے یا پھر اللہ تمہارے چہروں میں اختلاف ڈال دیں گے۔"

یعنی تمہارے دلوں میں عداوت، دشمنی اور کینہ پیدا فرما دیں گے۔

(اَمَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ، اَوْ لَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ، اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ رَاْسَهُ رَاْسَ حِمَارٍ؟ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ؟) "تم میں سے جو شخص (نماز میں) امام سے پہلے اپنے سر کو اٹھاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا نہیں کہ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے؟ یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنا دے؟" [صحیح بخاری، صحیح مسلم]

یہ اللہ تعالیٰ کا حلم، رحمت اور مہربانی ہے کہ وہ معاف فرمادے ورنہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ اپنے حبیب ﷺ کی سنت کی مخالفت کرنے والے کو ابتلاء اور فتنے میں مبتلا کر کے لوگوں کیلئے نمونہ عبرت بنا دے۔ حضرت سلمہ بن عمرو بن اکوع رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا: میں نہیں کھا سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کرے تو نہ کھا سکے، اس نے ازراہ تکبر ایسا کہا تھا لیکن اس کے بعد وہ کبھی بھی اپنے ہاتھ کو اپنے منہ تک اٹھا ہی نہ سکا۔ [صحیح مسلم] یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی پاداش میں اس بدنصیب کے ہاتھ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے شل کر دیا تھا تو پھر آنحضرت ﷺ کے ارشادات اور معمولات کے ہوتے ہوئے کسی اور کی اتباع اور تقلید کیسے کی جا سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۶۔ ﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾

''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول ؐ کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کیلئے اپنے معاملے میں ان کا کوئی اختیار (باقی) رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول ؐ کی نافرمانی کرے تو وہ یقیناً کھلم کھلا گمراہ ہو گیا۔'' [الاحزاب: ۳۶] یعنی جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کسی چیز کا حکم دیں تو پھر کسی کو اس کی مخالفت کا حق حاصل نہیں، پھر کسی کا کوئی اختیار نہیں اور پھر کسی کی رائے یا قول کی کوئی حیثیت نہیں۔

۷۔ ﴿وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ''اور جو چیز تم کو پیغمبر ﷺ دیں تو وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں تو تم اس سے باز رہو۔'' [الحشر: ۷] یعنی رسول اللہ ﷺ تمہیں جو بھی حکم دیں اسے بجالاؤ اور جس چیز سے منع فرمائیں، اس سے اجتناب کرو، کیونکہ آپ کا ہر امر و نہی وحی الٰہی اور منشائے الٰہی کے عین مطابق ہے۔ امام احمدؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر لعنت فرمائے جو گودنے والی، گودوانے والی، ابرو کے بالوں کو باریک کرنے والی، حسن کیلئے دانتوں میں فرق کرنے والی اور اللہ عزوجل کی تخلیق کو بدلنے والی ہوں۔ (بنو اسد کی) ام یعقوب نامی ایک عورت کو اپنے گھر میں جب یہ بات پہنچی تو اس نے حضرت ابن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے یہ خبر پہنچی

ہے کہ آپ نے ایسی اور ایسی بات کی ہے، انہوں نے جواب دیا: میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہو اور پھر اس کا ذکر کتاب اللہ میں بھی ہو؟ اس نے کہا: میں نے سارا قرآن پڑھا ہے مگر میں نے اسے قرآن مجید میں کہیں نہیں پایا، انہوں نے فرمایا: اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو اسے ضرور پاتی، کیا تو نے یہ نہیں پڑھا۔ ﴿وَ مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

''اور جو چیز تم کو پیغمبر ﷺ دیں تو وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں تو تم اس سے باز رہو۔''

[الحشر: ۷] اس نے جواب دیا: ہاں اس آیت کو تو پڑھا ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ [مسند احمد، صحیح بخاری، صحیح مسلم]

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ سنت کو حجیت کے اعتبار سے قرآن کریم ہی کے مثل سمجھتے تھے، بلاشبہ قرآن وسنت ہی دین کا اولین مصدر ومأخذ، بنیاد واساس اور حجیت واہمیت میں یکساں ہیں، لہٰذا ہر مسلمان کیلئے کتاب وسنت ہی کی اطاعت واتباع واجب ہے۔ ان کے مقابلے میں کسی بھی امام وفقیہ کے قول کی کوئی حیثیت نہیں، کتاب وسنت کے خلاف قول وفعل خواہ وہ کسی کا بھی ہو رد کر دیا جائے گا، جب کہ کسی کے قول وفعل کی وجہ سے کتاب وسنت کو ترک نہیں کیا جا سکتا، امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اس بات کو کتنے خوب صورت پیرایہ میں بیان فرمایا ہے:

''اصل مرکز حق ویقین کتاب وسنت ہے، یہ مرکز اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا، سب کو اس کی خاطر اپنی جگہ سے ہل جانا پڑے گا، اس چوکھٹ کو کسی کی خاطر نہیں چھوڑا جا سکتا، سب کو چوکھٹیں اس کی خاطر چھوڑ دینا پڑیں گی۔

(لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ)

''جب نص رسولؐ کے مقابلے میں کسی دوسرے انسان کی پاسداری کی تو رسولؐ ''احب'' کب باقی رہا؟''

ارباب افراط وغلو کی ساری غلطی یہ ہے کہ وہ اپنے غیر معصوم پیشواؤں کے اقوال واحوال کو بہ منزلہ اصل مرکز بنا لیتے ہیں، جس کو کسی حال میں اس کی جگہ سے نہیں ہلایا جا سکتا اور پھر چاہتے ہیں کہ وحی الٰہی وصاحب وحی کی نص کو اس کی جگہ سے ہٹا کر اپنے خود ساختہ مرکز تک لے جائیں اور نہ جا سکے تو زبردستی کھینچ کر لے جائیں، اس پر ستم یہ کہ اس طریق کو ''طریق توفیق وتطبیق'' کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، اگر یہ تطبیق ہے تو (وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ) ''کہ پھر دنیا میں تحریف کا معبود باقی نہ رہا اور نہ کبھی اہل کتاب نے اس دنیا میں تحریف کی۔'' [تذکرہ]